مولانا عبدالحق چوہانؒ

# حمیّت اسلامی کا پیکر

جس بستی اور ماحول میں ہم نے حیات شعور میں قدم رکھا وہ زمانہ قدیم سے ایک علمی خاندان کا مسکن اور گہوارہ تھا۔ جسکی بنیاد ہمارے مورث اعلیٰ مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی۔ جس وقت ہم نے ہوش سنبھالا اس وقت امتداد زمانہ اور مرور ایام کے باعث علمی آثار رو بہ زوال تھے۔ البتہ تصلب دینی کی گرفت قدرے موجود تھی۔ ہمارے اس خاندان میں مولانا صالح محمد صاحب اور مولانا قمرالدین صاحب رحمھما اللہ تعالیٰ دو ایسی شخصیات تھیں کہ جنکو حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق تھا انہی حضرات کے باعث حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بستی کو اپنے قدومِ میمونہ سے نوازا تھا۔ حضرت امیر شریعت کی وفات کے بعد ان حضرات نے آپ کی باقیات صالحہ اولاد سے بھی بدستور تعلق قائم رکھا۔

مولانا صالح محمد صاحب نے جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ الباری کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دعوت پیش کی۔ جانشین امیر شریعت نے اپنے مشاغل اور قلت وقت کی بنا پر دعوت کی قبولیت سے معذرت کا اظہار کیا۔ لیکن وہ اپنے اصرار پر بدستور قائم رہے۔ ایک دفعہ مولانا صالح محمد صاحب نے آپ کی خدمت میں احقر کو خط تحریر کرنے کا حکم دیا اور خط کے سرنامہ پر خواجہ شیراز کا یہ شعر تحریر کرایا

دست از طلب نہ دارم تاکام من برآید
تن رسد بجاناں یا جان زتن برآید

۱۹۶۵ء میں رحیم یار خان میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ جسکے مہمان خصوصی جانشین امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ آپ کے قیام کا انتظام جامعہ قادریہ میں تھا اور جلسہ کا انتظام غلہ منڈی میں۔ آپ جلسہ گاہ میں تشریف لائے اور مسلسل پانچ گھنٹے تقریر کی۔ تقریر کیا تھی ایک علمی سیل رواں تھا۔ میں نے پہلی دفعہ آپ کا مفصل خطاب سنا۔ اسی خطاب سے ہمیں اس حقیقت کا علم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عم محترم کا نام زبیر تھا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی تھی۔ اور ساتھ ہی زبیر بن عبدالمطلب کا یہ شعر بھی آپ نے پڑھا

"محمد بن عبدم عشت بعیش انعم"

قرآن مجید میں محارم عورتوں کا بیان ہے۔ اس کے پس منظر کی وضاحت میں آپ نے "مزدک ایرانی" کی الحاد انگیز تحریک کا تذکرہ کیا اور ایرانی معاشرہ پر اس تحریک کے اثرات کی وضاحت کی۔ اختتام تقریر پر مولانا صالح محمد صاحب نے اپنا دیرینہ مطالبہ دہرایا۔ اس کے بعد رحیم یار خان میں مجلس احرار کے قیام کی تحریک کا آغاز ہوا۔ حافظ محمد اکبر نے آپ کے ساتھ رابطہ قائم کیا تو آپ نے انہیں خان پور میں نور احمد

باغی مرحوم اور بستی مولویان میں مولانا صالح محمد صاحب سے رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ حافظ صاحب نے باغی صاحب اور مولانا صالح محمد صاحب سے رابطہ کیا۔ اس کے بعد ہماری بستی مولویان میں جماعت کی تشکیل ہوئی۔ جماعت کی تشکیل کے اس موقعہ پر یہ حضرات تشریف لائے۔ حافظ محمد اکبر اعوان، مستری محمد صدیق صادق آبادی اور مولوی برکت اللہ جالندھری۔ علاقہ میں جماعت کا تعارف کرایا گیا اور باضابطہ جماعت کے فارم پر کرائے گئے۔ جماعت کی اس تحریک سے بعض مدعیان وارث منبر و محراب متقشع جبہ پوشوں کو پریشانی لاحق ہوئی، انہوں نے سازش کے دو دھارا خنجر کو اس طرح چلایا کہ جانشین امیر شریعت کی خدمت میں جا کر اپنے جذبۂ خیر خواہی کا اظہار اس انداز میں کیا کہ جو لوگ آپ کی جماعت کے فارم پر کرانے کی تحریک چلا رہے ہیں یہ بریلوی مسلک سے منسلک ہیں اور علاقہ میں خلاف حقیقت مبنی بر کذب و افتراء اس بات کی تشہیر کی کہ عطاء اللہ شاہ بخاری کی اولاد باپ کی نافرمان اور عاق تھی۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ پر ثابت ہے کہ کذب و افتراء کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اس لئے حاسدین کی یہ دروغ بیانی غیر مؤثر ثابت ہوئی۔ علاقہ میں جماعت کا تعارف ہوا اور فارم پری ہوئی اور ان پر شدہ فارموں کو ملتان پہنچانا میرے ذمہ لگا۔ جس دن یہ فارم لے کر میں ملتان حاضر ہوا، جمعہ کا دن تھا اور صوفی نذیر احمد (سٹینڈرڈ بیکری والے) کی دکان پر شام کو ملاقات ہوئی۔ اس وقت ان کی دکان سابق "مشرقی دواخانہ" کے مقابل واقع تھی۔ میں نے فارم پیش کئے اور ساتھ ہی صحابہ کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ آپ نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ تو پڑھا ہوا ہے کہ نہیں؟ میں نے عرض کیا زیادہ تو نہیں البتہ اتنی تعلیم ضرور ہے کہ آپ کی بات سمجھ جاؤں گا۔ آپ نے مختصر اور جامع گفتگو فرمائی اور ساتھ ہی "تذکرۂ یاران" اور "براءت عثمان" دو رسالے عنایت کئے کہ ان کا مطالعہ کرو۔ رات کو میں اپنی قیام گاہ پر چلا گیا۔ میرا قیام اس وقت مدرسہ نعمانیہ کے صدر مدرس مولانا عزیز اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تھا۔ جو میرے مربی و محسن اور رشتہ میں حقیقی ماموں تھے اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عبدالخالق رحمہ اللہ تعالیٰ (بانی دارالعلوم کبیر والہ) کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ اور صبح کو پھر حاضری دی اور دو تین دن مسلسل صوفی نذیر احمد صاحب کی دکان پر شبینہ مجلس میں حاضر ہوتا رہا۔ اس مجلس میں چودھری نواب علی صاحب مرحوم خاص طور پر موجود ہوتے تھے۔ میں نے علاقہ میں دورہ کرنے کے لئے عرض کیا۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ میں ضرور ہی آؤنگا، پھر ۱۹۶۷ء میں پہلی دفعہ آپ بستی مولویاں میں تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے ساتھ مرزا جانباز مرحوم اور مولوی غلام مصطفیٰ بہاولپوری تھے۔ ۱۹۶۷ سے ۱۹۹۵ء تک اس ذات منبع علم و عرفان سے تعلق رہا۔ جلوت و خلوت میں یکسانیت، میں نے ان کی خصوصیت دیکھی۔ ان کی محفل ہائے علم سے ہمیں مقام صحابہ کی آئینی حیثیت معلوم ہوئی۔ فضائل صحابہ ایک عام موضوع ہے۔ لیکن شریعت مطہرہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی آئینی حیثیت کیا ہے؟ اس کا بیان جانشین امیر شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوا۔ حمیت اسلامی کا جذبہ ان کے خمیر اور روح میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ علماء وقت کی سیاست سے حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسی بنا پر اختلاف تھا۔ ہمارے علماء کی سیاست کا محور و مرکز جمہوری اقدار

کا احیاء ہے اور سیاست کے اس لادین اصول کی آمیزش کی بناء پر وہ ایک حیا باختہ عورت کی قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے حکومتی مناصب پر متمکن ہیں۔(۱) حالانکہ نظام جمہوریہ ایک کافرانہ نظام حکومت ہے۔ جسکو شرعی سیاست سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ حضرت شاہ جی کو علماء کے اس قول و عمل کے تضاد سے اختلاف تھا۔ ۱۹۷۳ء میں جب جمہوری محاذ کی تشکیل عمل میں آئی تو مجلس احرار اسلام نے بھی ابتداء میں اس میں شرکت قبول کی۔ چنانچہ ۲۶ مارچ کو جمہوری محاذ کے نائب صدر نواب زادہ نصراللہ خان کی زیر صدارت اجلاس ہوا جس میں مسلم لیگ، جمعیت علماء پاکستان، جمعیت علماء اسلام، جماعت اسلامی، پاکستان جمہوری پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی، خاکسار تحریک اور مجلس احرار اسلام کے نمائندے شریک ہوئے۔ اور صوبائی تنظیم کے عہدیداروں کا انتخاب متفقہ طور پر عمل میں آیا۔ خواجہ صفدر صدر، صاحبزادہ سید محمود گجراتی اور مولانا عبیداللہ انور نائب صدر، پیر محمد اشرف جنرل سیکرٹری، رانا نذر الرحمن سیکرٹری رابطہ کمیٹی اور مخدوم زادہ سید حسن محمود چیئرمین مالی کمیٹی منتخب کیے گئے۔ مجلس عمل ڈاکٹر محمد باقر، چودھری ثناء اللہ

بھٹہ اور سید گردیزی پر مشتمل ہوئی۔ مجلس احرار اسلام نے اس محاذ میں اپنی شرکت اس شرط پر مشروط رکھی کہ اس تحریک میں مسئلہ ختم نبوت کو پروگرام میں شامل کیا جائے۔ لیکن لادین سیاست دان اور ان کے پیرو کار مشیر علماء کے نزدیک یہ عائد کردہ شرط چونکہ نظام جمہوریہ کے نفاذ کے خلاف تھی اس لئے لادین سیاست دانوں اور ان کے ہمنوا علماء نے اس شرط کی مخالفت کی۔ اس بناء پر مجلس احرار اسلام جمہوری محاذ سے علیحدہ ہو گئی۔ چنانچہ روزنامہ امروز لاہور شمارہ نمبر ۴۶ بروز منگل ۳۱ جولائی ۱۹۷۳ء میں خبر شائع ہوئی۔

"مجلس احرار اسلام کی پریس ریلیز کے مطابق مجلس احرار کے صدر مولانا عبیداللہ احرار نے اپنے بیان میں کہا کہ مجلس احرار اسلام نے وسیع تر ملکی مفادات کے پیش نظر متحدہ جمہوری محاذ میں شمولیت اختیار کی تھی۔ مگر متحدہ محاذ نے پچھلے کچھ عرصہ سے مرزائیوں کی مبینہ طور پر بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا اور مسئلہ ختم نبوت کو اپنے پروگرام میں شامل کرنے میں ناکام رہا۔ اس لئے مجلس احرار نے متحدہ جمہوری محاذ سے علیحدہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی جماعت کی شاخوں اور کارکنوں کو ہدایت کی ہے کہ متحدہ جمہوری محاذ کی سرگرمیوں میں حصہ نہ لیں۔ اور اپنے جماعتی منشور کے مطابق عمل کرتے رہیں۔"

متحدہ جمہوری محاذ سے مسئلہ ختم نبوت اور مرزائیت کی بنیاد پر مجلس احرار اسلام کی علیحدگی، جمہوری محاذ میں شامل مذہبی عنصر کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ثابت ہوئی۔ ان مذہبی عناصر میں سے ایک قد آور شخصیت نے جماعت سے اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کے لئے جماعت کو دولخت کرنے کی مذموم کوشش کی۔ شاہ جی کے تدبر کے باعث اس کی سازش سے چند منفعل ذہنوں کے سواء کوئی بھی معتد بہ شخصیت متاثر نہ ہوئی۔

---

(۱) یہ مضمون جنوری ۱۹۹۶ء میں تحریر کیا گیا۔ تب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور بھٹو کی بیٹی وزیرِ اعظم تھی جب کہ "علماء حق" کی جماعت جمعیت علماء اسلام جمہوری سیاست کی وجہ سے حکومت کی حلیف تھی۔ (مدیر)

اسی حمیت اسلامی کا اظہار آپ نے اس تاریخی جلسہ کے خطاب میں بھی کیا جو کہ حضرت درخواستی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مدرسہ مخزن العلوم خان پور کے فضلاء کرام کی دستار بندی کے لئے منعقد کیا تھا۔ یہ تاریخی اجتماع ۲-۳-۴- جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ کو منعقد ہوا۔ اس خطاب میں بھی آپ نے اسی جمہوری محاذ کے حوالہ سے یہ بات فرمائی۔

"میں لاہور کی وہ سیاسی میٹنگ نہیں بھول سکتا جس میں جمہوریت کے علم برداروں نے ہمارے علماء کی موجودگی میں ہماری غریب جماعت کے ایک نمائندہ کو یہ جواب دیا تھا "کہ ختم نبوت کا مسئلہ بیان کرنا ہے تو لاؤ میں موچی گیٹ میں تمہیں ایک اسٹیج بنا دیتا ہوں۔" اس بدھو کو معلوم نہیں تھا کہ اسٹیج تو ہم نے ہی تمہیں اتمان زئی تک بنا کر دیئے تھے۔ تم کون ہو ہمیں اسٹیج بخشنے والے، کیا پدی کیا پدی کا شوربا؟ اور ساتھ یہ خرافات بھی بولی تھی کہ "ہم تو جمہوریت کی بحالی کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہم یہاں پر لوگوں کو ختم نبوت کے نام پر کافر بنانے کے لئے اکٹھے نہیں ہوئے۔" بات سمجھئے دوست اور دشمن میں امتیاز ضروری ہے۔"

اس جلسہ کے بعد حضرت شاہ جی کو کندھ کوٹ سندھ کے مولوی عبدالعزیز نامی نے اپنے مدرسہ کے جلسہ کی دعوت دی۔ حضرت شاہ جی نے ہم رحیم یار خان کے علاقائی ساتھیوں کو حکم دیا کہ فلاں تاریخ کو کندھ کوٹ میں جلسہ ہے جس میں مجھے شرکت کی دعوت دی گئی ہے تم نے وہاں ضرور پہنچنا ہے چنانچہ مقررہ تاریخ پر میں مولوی بلال احمد چوہان، برادرم اللہ بخش، علی محمد اور فقیر اللہ وہاں پہنچ گئے۔ وہاں جا کر ہم نے تعصب کا ایک عجیب منظر دیکھا۔ شاہ جی کی شرکت کے باعث جمعیت کے بعض علماء نے جلسہ کا بائیکاٹ کیا۔ نصر اللہ لغاری توحید آباد والے کو سب سے زیادہ تکلیف ہوئی۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ اس شاہ کو تم نے کیوں بلایا ہے؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ اللہ کی زمین نصر اللہ کی ذاتی جاگیر ہے۔

شاہ جی نے اسی حمیت اسلامی کی بنیاد پر مقام صحابہ کے بیان کو اپنے تبلیغی مشن کا محور و مرکز قرار دیا تھا۔ قرآن، حدیث، اور سیرت المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انہوں نے تعمق و دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ ان کے نزدیک صحابہ کے معیار حق ہونے کا ماخذ یہی اصول ثلاثہ تھے۔ ان ہی اصول سے مستنبط اور اخذ کردہ مقام صحابہ کی نشر و اشاعت میں انہوں نے اپنی حیات مستعار کے لمحات طیبات کو صرف کر دیا۔ سنی معاشرہ پر سبائیت کے لاشعوری اثرات کے باعث بعض جلیل القدر صحابہ کے اسماء گرامی ان کی اسلامی خدمات اور اشاعت دین میں ان کے مجاہدانہ کارناموں کو تقریر و تحریر سے کلیۃً غائب کر دیا گیا ہے۔ ان جلیل القدر صحابہ میں سے خاص طور پر سیدنا ابو عبدالرحمن، ابو یزید، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ذات ستودہ صفات کو پس پردہ کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اہل سنت کی اس غفلت شعاری کا پوری طرح احساس تھا۔ اس لئے آپ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت اور ان کی مدبرانہ سیاست کے بیان کو تبلیغ دین میں ایک خاص اہمیت دی اور اس دھرتی پر سب سے پہلے "یوم معاویہ" منانے کی داغ بیل

ڈالی۔ اہل سنت کی اس غفلت پر "الاحرار" کے ایک اداریہ میں اپنے افسوس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں۔
"حقانیت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقتاً قدیم بنیادی اسلامی عقیدہ ہے۔ مگر رافضیت و سبائیت کی سازش تخریبی، تبلیغ اور جبری تسلط اور اہل سنت کی صدیوں پرانی غفلت، فرقہ بندی اور مرعوبیت و مغلوبیت کے باعث یہ بنیادی اسلامی عقیدہ اور اہم ترین قومی موضوع و معاملہ قوم کی تعلیم و تبلیغ اور تقریر و تحریر سے غائب ہو گیا۔ اس کا انتہائی باعث حیرت اور موجب و تشویش پہلو یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے خاندان اور صحیح پیرو کار و جانشین اکابر دیوبند جو برصغیر میں اہل حق کے سب سے بڑے نمائندہ سمجھے اور تسلیم کئے جاتے ہیں اور ان کے حلقہ ہائے تقریر و خطابت اور ذخیرۂ تحریر و اشاعت میں بہت سے موضوعات پر اور بہت کچھ شامل ہے۔ لیکن حقانیت امیر شام رضی اللہ عنہ جیسے ذریعہ دفاع و تحفظ ناموس ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کے متعلق قریباً سوا سو سال تک چند صفحات پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ بھی زیر تالیف اور منظر عام پر نہیں آیا۔ اس سلسلہ میں اختلافات صحابہ کے مسئلہ پر قطعی بے ضرورت، وقتی احتیاط۔ حق کے اظہار سے ایک مستقل اجتناب و احتراز کی شکل اختیار کر گئی اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد نے دین سے علمی ناوابستگی اور عملی انحطاط کے ایک مستقل سبب کے تحت اسے فکری و عملی لحاظ سے معاذاللہ دین سے ہی بے تعلق اور ناقابل توجہ مسئلہ سمجھ کر متروک بنایا نتیجتاً سبائیوں رافضیوں کے پرانے اسلام دشمن منصوبہ اور ان کے یہودیت آمیز دلی منشاء کے عین مطابق اصحاب و ازواج رسول علیہم السلام کے اسماء گرامی عموماً اور خصوصاً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام نامی و ذکر سامی مسلمانوں کے گھروں، ان کی گفتگوؤں، تقاریر و خطبات، اکثر مروجہ تحریرات و تالیفات سے اور اسی کے زیر اثر مسلمانوں کی معاشرۃ سے نکل گئے اور عرصہ دراز سے جاری اس سراپا جرم و عذاب و غفلت اور مداہنت کے باعث لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان چند مشہور نامور ترین اکابر اسلام کو چھوڑ کر اکثر صحابہ کے حالات تو کجا ان کے نام تک سے بالکل ناآشنا، ان کے شرعی منصب و حیثیت سے بے خبر اور ان کے ناقابل فراموش اور لائق تقلید کارناموں سے غافل اور اجنبی ہو کر رہ گئے۔ حد یہ ہے کہ حالیہ تہائی صدی میں تحقیق و تبلیغ مقام صحابہ اور بیان و تشریح سیرۃ صحابہ خصوصاً سیرۃ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرنے پر دیوبندی و بریلوی سنیوں حنفیوں کے مدارس سے وابستہ اکثر مبتدی اور بہت سے منتہی طلبہ تک مجھ سے اکثر یہ پوچھا کرتے تھے کیا امیر معاویہ فی الواقعی صحابی اور کاتب وحی تھے؟ آپ جو کچھ ان کے حالات بیان کرتے رہتے ہیں: یہ سب کچھ کہاں اور کس کتاب میں لکھا ہوا ہے؟ وغیرہ خرافات۔ لیکن اللہ تعالی کی طرف سے توفیق خاص اور ان کے خصوصی فضل کرم کے ساتھ جب میں نے کئی چھوٹے اور غیر اہم بلکہ مسلسل تجربہ و مشاہدہ کے مطابق نتیجتاً غلط اور نقصان دہ ثابت ہونے والے موضوعات کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا اور توحید و ختم نبوت کے بعد تحفظ ناموس ازواج و اصحاب رسول خصوصاً بیان و تحفظ مقام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دین کے حقیقی موروثی اور اجماعی مفہوم کے مطابق زندگی کا اصل مقصد و مدعیٰ بنایا اور زبان و قلم کی امکانی بھرپور کوشش کے ساتھ شب و روز اس کی تبلیغ و تشریح شروع کی تو بالکل فطری و طبعی رد عمل کے طور پر شیعہ سے زیادہ دینی علم سے بے بہرہ اور رافضیت کے گیارہ سو سالہ

شیطانی پروپیگنڈے کے شکار نام نہاد سنیوں میں بڑا ہیجان پیدا ہوا ہے بڑے حسن تدبر اور احتیاط و اعتدال کے ساتھ ٹھنڈا کرنے کا امتحان دینا پڑا۔" (الاحرار شمارہ ۳/۲۳ج نمبر ۱۹۔ ۲۴ تا ۲۵ شوال ۱۴۰۹ھ)

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اہل سنت کی اس غفلت شعاری پر اظہار تاسف اور غم بلاوجہ نہیں تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کے حلقہ میں بعض جبہ پوش علماء سبائی روایات سے اس قدر بری طرح متاثر ہیں کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد تو کجا محض خلیفہ تسلیم کرنے پر بھی راضی نہیں جمعیت اشاعت التوحید کے رکن سید لعل شاہ بخاری اپنی مذموم کتاب "استخلاف یزید" میں تحریر کرتے ہیں۔

"حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت پر صحابہ کا اجماع تھا اور جملہ صحابہ نے بطیب خاطر بیعت کی تھی۔ لیکن حضرت معاویہ کی خلافت میں تلوار دخیل تھی۔ حضرت صدیق اکبر کی خلافت۔ خلافت راشدہ اکمل ترین قسم تھی۔ اور حضرت معاویہ کی خلافت از قسم ملک غصوص تھی۔ (ص ۵۱۷ بحوالہ تذکرہ خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ از پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی ص ۴۱۴) انتہائی حیرت و افسوس ہے کہ اس طرح کی کتاب جو کہ سبائیت و رافضیت کے لئے موید ہے اس کو جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے سرپرست اعلیٰ مولانا سید عنایت اللہ گجراتی کی تائید حاصل ہے۔ لیکن مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے نعرہ حق بلند کرتے ہوئے فرمایا۔

ایک کتاب "استخلاف یزید" تصنیف مولوی لال شاہ خطیب واہ کینٹ کی مولانا سید نورالحسن کو دی ہے۔ تاکہ اس کی تردید لکھیں اس نے حضرت امام معاویہ کے متعلق بکواس کئے ہیں۔ (القول السدید ص ۲۹ بحوالہ تذکرہ خلیفہ راشد ص ۴۷۹) ایک جماعت سے منسلک دو جلیل القدر علماء کا ایک کتاب کے متعلق دو متضاد آراء کا اظہار "من چہ سرایم و طنبور من چہ سراید" کا مصداق ہے۔ اسی لعل شاہ بخاری کا تلمیذ مہر حسین بخاری اپنی کتاب "جواز الصلوۃ والتسلیم علیٰ ذریۃ النبی الکریم" میں رقمطراز ہے

معاویہ متعصب تھا جائز خلیفہ یا حکمران نہیں۔ حضرت علی علیہ السلام حسنین علیہم السلام اور اس دور کے تمام صحابہ معاویہ سے تبرا کرتے تھے۔ اور دوستی نہیں رکھتے تھے۔ (ص ۷۳ بحوالہ تذکرہ خلیفہ راشد ص ۴۱۵)

ایک اور کتاب میں یہی مہر صاحب نامہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"جنگ صفین کے مقتولین کا خون بھی یوں تو معاویہ کے سر پر ہے لیکن حضرت حجر کا قتل بغیر جنگ کے جبراً ہوا ہے۔ لہٰذا یہ زیادہ کربناک ہے یوں معاویہ فرمان باری تعالیٰ

و من یقتل مومناً متعمداً فجزاءہ جہنم خالداً فیہا و غضب اللہ علیہ و لعنہ (الایہ)

کا صحیح مصداق بنا ہے اب اگر قرآن کے فیصلے کے بعد معاویہ کے پجاری اسے رضی اللہ پڑھیں تو یہ خدائے بزرگ و برتر اور اس کے کلام سے مقابلہ ہے۔ ان کے کہنے سے معاویہ اللہ کا پسندیدہ نہیں بن سکتا۔"

(سیاست معاویہ ص ۸۸ بحوالہ تذکرہ خلیفہ راشد ص ۴۱۹)

تنظیم حق چار یار کے بانی قاضی مظہر حسین چکوالی صاحب فرماتے ہیں۔

"بہر حال از روئے نص قرآنی حضرت علی کی پیروی حضرت معاویہ پر لازم ہے لیکن بجائے پیروی کے انہوں نے مخالفت کی اور زبانی مخالفت نہیں کی بلکہ بجائے اطاعت کے انہوں نے قتال کیا خواہ دفاعی ہو۔ تو اس صورت میں حضرت معاویہ کے موقف کو کون صحیح کہہ سکتا ہے۔" (خارجی فتنہ ص ۶۷۴ بحوالہ تذکرہ خلیفہ راشد ۴۲۵)

یہ اقوال ہم نے بطور "مشت نمونہ از خروارے" کے طریق پر پیش کئے ہیں۔ کیا اس انداز تحریر کے بعد بھی کوئی باحمیت عالم خاموش ہوسکتا ہے؟ کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع نہ کرے۔ اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

و عن معاذ بن جبل رضی الله عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ الله صلی الله علیہ وسلم اذَا ظَهرت الفتن اَوقَالَ البدعُ و سُبَّ اَصحابی فَلِلعالِم ان یظهر فیہ علمہ و من لم یفعل ذالک فعلیہ لعنتہ الله و الملائکتہ و الناس اجمعین لایقبل الله منہ صرفاً ولا عدلا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب فتن یا بدعات عام طور پر ظاہر جائیں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جانے لگیں تو پھر ہر دین کا علم رکھنے والے کے لئے فرض ہے کہ وہ صحابہ کے (برحق و مقتدیٰ ہونے کے) متعلق اپنا علم ظاہر کرے اور جس نے ایسا نہ کیا تو ایسے (حق پوش اور بے غیرۃ) عالم پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت، اور تمام انسانوں کی لعنت، قیامت کے دن اللہ تعالی نہ اس کے فرائض قبول کریں گے۔ اور نہ نوافل منظور کریں گے۔

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان واجب الاذعان کے پیش نظر جہد پیہم اور عمل مسلسل کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دفاع کیا اور ان کے معیار حق ہونے کی آئینی حیثیت کو واضح کیا۔ خصوصاً سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی مدبرانہ سیاست اور ان کے موقف کی وضاحت کا فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ تعالی کو اس مظلوم صحابی کے دفاع کرنے پر اہل سنت کی جانب سے کیا صلہ ملا؟ اسکے متعلق قاضی محمد طاہر علی الہاشمی مصنف "تذکرہ خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ" زیر عنوان "انتساب" تحریر کرتے ہیں۔

"اس کتاب کو ابنائے امیر شریعت خصوصاً مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری اور سید عطاء المحسن بخاری جنہوں نے رجب ۱۳۸۱ھ مطابق ستمبر ۱۹۶۱ء میں اس دھرتی پر سب سے پہلے "یوم معاویہ" منانے کی داغ بیل ڈالی نتیجتاً پابندیاں عائد ہوئیں، جیل گئے، طعن و تشنیع کے تیر برسے، اپنوں اور بیگانوں سے گالیاں کھائیں، قاتلانہ حملے ہوئے، گھروں پر گولیاں برسائی گئیں، ہم مسلک حلقوں نے سماجی بائیکاٹ کیا، چوریاں ہوئیں۔

مگر ان کے پائے استقلال میں کوئی لرزش واقع نہ ہوئی اور انہوں نے دفاع صحابہ کی جدوجہد جاری رکھی۔"

اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت بے پایاں ہو اس شخصیت پر جس نے اپنے علم و عمل کے ذریعہ دین حق کی بلندی اور اعلاء کلمۃ اللہ تعالیٰ کی کوشش کو جاری رکھا۔ اور جمہوریت کے اس تاریک تر دور میں خالص اسلامی شورائی نظام کا داعی بنا۔ اور جس کا وجود سبائیت ورافضیت کے اس تحریفی تاریک تر دور میں مینارہ نور ثابت ہوا۔ رحمہ اللہ رحمۃ و اسعۃ بَرداللہ مضجعہ و نور اللہ مرقدہ۔ آمین۔

عبدالحق ۲۷ شعبان ۱۴۱۶ھ

# کامیاب کون ہے؟

کامیاب وہ ہے جس نے اپنا مشن نہیں چھوڑا، جو مقصد کے لئے جان دے دے، جو غداروں سے رُوشناسی کے لئے قوم کو بروقت بیدار کر دے، جو نونہالانِ وطن کو حقیقت کا راستہ بتائے، جو قومی معاشرہ کو تباہی سے بچانے کے لئے خون کا آخری قطرہ نچوڑ دے، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت یعنی اسلامی آئین بہ تشریح ختم نبوت، آخری قانون، بین الاقوامی، بین العالمی اور بین الافاقی قانون، اسلام کے تحفظ کے لئے مرتے دم تک اس کے ساتھ وابستہ رہے وہ کامیاب ہے۔

وہ کامیاب نہیں جو قوم کا خون بہادے، جو قوم کی عزتیں لٹوا دے، جو قوم کے اموال کو تباہی سے دوچار کردے، جو اسلامی آئین میں تحریف و منافقت کے دروازے کھول دے اور جو اسلامی آئین میں اسلام کا نام لے لے کر لادین جمہوریت، اشتراکیت، مارکس ازم، فاشزم، یہودیت، مرزائیت اور سبائیت کے چور دروازے کھولے ہمارے نزدیک وہ کائنات کا، مسلمانوں کا، اسلام کا اور اس ملک وملت کا بدترین دشمن ہے۔

جانشین امیر شریعت

حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ